مجلہ

چاریارِ مصطفیٰ

راولپنڈی اسلام آباد

فروری 2012ء

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق

خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین

خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ

جناں بنے گی محبانِ چاریار کی قبر

جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

تمام مسلمانانِ عالم کو

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مبارک ہو

مجلہ چاریارِ مصطفیٰ

راولپنڈی اسلام آباد

فروری 2012

مدیر مسؤل: علامہ فدا حسین رضوی

مدیر: علامہ مفتی مختار علی ...

معاون مدیر: کاشف اقبال ...

سرکولیشن مینیجر: غلام حسین عرفانی

ناظم اشاعت: مولانا محمد شفیق قادری

انچارج شعر و ادب: علامہ صفیر احمد صفیر

انچارج آفس: ریحان طاہر عرفانی

ترسیل زر خط و کتابت مرکزی دفتر

متصل جامع مسجد جلالی

خیابان اقبال نگش کالونی پیرودھائی راولپنڈی

E-mail:
charyar.e.mustafa@gmail.com
www.charyar.e.mustafa.net
Mobile: 0333-5170513

سرپرست اعلیٰ

حجۃ الاسلام علامہ پیر

سید محمد عرفان مشہدی موسوی

ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

مجلس مشاورت

پیر طریقت ڈاکٹر فضیل عیاض قاسمی .... موہڑہ شریف
جگر گوشہ شیخ القرآن سید ریاض الحسن .... چکوال
صاحبزادہ علامہ ظفر الحق .... بندیال شریف
فخر السادات سید عنایت الحق شاہ .... راولپنڈی
شیخ الحدیث مفتی محمد ایوب ہزاروی .... ہری پور
سردار سید ضیاء اللہ شاہ گیلانی .... خیر پور سندھ
شیخ الحدیث پیر سائیں غلام رسول قاسمی .... سرگودھا
علامہ مفتی محمد عابد جلالی .... لاہور
علامہ الطاف الرحمٰن چشتی .... اوکاڑہ
پیر سید رضا حسین اجمیری .... پاکپتن شریف
علامہ ذکاء اللہ رضوی .... گوجرانوالہ
مفتی طارق محمود نقشبندی .... گوجر خان
پروفیسر یعقوب رضوی .... ملتان
مولانا حافظ سعید احمد رضوی .... اٹک

رحمتِ عالم ﷺ کی تاریخِ ولادت و وصال

تحریر: صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی (گولڈ میڈلسٹ)

انسانیت کفر و ظلمت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، جہالت اور گمراہی کا دور دورہ تھا، سارا عرب شراب میں ڈوبا ہوا تھا، قمار بازی لوگوں کے خون میں رچ بس چکی تھی، ہر انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا تھا، ہر خاندان دوسرے خاندان کے ساتھ جنگ آزما تھا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں اور جنگ کی ایسی آگ بھڑک اٹھتی تھی جو صدیوں تک انسانیت کو جھلساتی رہتی تھی، وہ انسان جس کے سر پر خالق کائنات نے اشرف المخلوقات کا تاج سجایا تھا شرافت کا لباس اتار چکا تھا، غیرت انسانی مر چکی تھی، وہ کعبۃ اللہ جو سرچشمہ توحید تھا شرک کا سب سے بڑا مرکز بنایا جا چکا تھا۔ ایسے میں ربیع الاول کی بارھویں شب کو مکہ مکرمہ کی سرزمین پر آفتاب نبوت طلوع ہوا جس کی نورانی کرنوں نے سارے عالم کو منور کر دیا۔ جانِ کائنات ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تو نظام عالم میں انقلاب پیدا ہو گیا۔ وہ لوگ جن کا کردار ننگِ انسانیت تھا ان کی پاکبازی پر قدسیوں کو رشک آنے لگ گیا۔ رحمتِ خداوندی کی ایسی بارش ہوئی کہ اس کائنات رنگ و بو کا ہر ذرہ شاداب ہو گیا۔ گلشن ابراہیمی کے شجر قریش کی ہاشمی شاخ پر کھلنے والے پھول نے ساری کائنات کو خوشبو سے معطر کر دیا۔ نہ صرف عرب کا اجڑا چمن آباد ہوا بلکہ آقا ﷺ کے آنے سے ساری کائنات میں بہاریں آگئیں۔ دلوں میں بہار آئی، دماغوں میں بہار آئی، جسموں میں بہار آئی، علم و حکمت میں بہار آئی، فکر و دانش میں بہار آئی، تہذیب و تمدن میں بہار آئی اور عقل و خرد میں بہار آئی۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

(آل عمران ۱۶۴)

رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام و احسان ہے اور انعام و احسان کے متعلق خالق کائنات نے حکم فرمایا:

"اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔"

(الاحزاب ۹)

"اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔"

(فاطر ۳)

"اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔"

(الاعراف ۶۹)

"اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔"

(الضحیٰ ۱۱)

"(اے محبوب!) آپ فرما دیجئے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ وہ بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

(یونس ۵۸)

ان احکامات خداوندی کے تحت اہلِ ایمان ہمیشہ سے جشن میلاد النبی مناتے چلے آرہے ہیں مگر کچھ تیرہ بخت لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں ذکرِ مصطفیٰ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ انہوں نے اس ذکرِ خیر کو روکنے کے لیے ہر حربہ آزمایا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ قبل ایک نئی راہ نکالنے کی کوشش کی گئی کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت و وصال کو متنازعہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ یہ بات مشہور کرنے کی کوشش کی گئی کہ آقا ﷺ کی ولادت بارہ کی بجائے نو ربیع الاول کو ہوئی جب کہ آپ کا وصال بارہ ربیع الاول کو ہوا۔ تو وصالِ مصطفوی کے دن جشن مسرت منانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ ذیل کی سطور میں دلائل کے ساتھ حقیقتِ حال

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہادیٔ عالم ﷺ کی تاریخ ولادت کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ "اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں (ربیع الاول) ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔

واضح کی جاری ہے:

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہادیٔ عالم ﷺ کی تاریخ ولادت کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

"اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں (ربیع الاول) ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔"
(فتاویٰ رضویہ ۲۶/۴۱۱)

محدثین ومفسرین اور اصحاب سیَر میں سے کبھی کسی نے نو ربیع الاول کی روایت نہ لکھی۔ یہ کارنامہ برصغیر میں شبلی نعمانی صاحب کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ ان کی کتاب سیرت النبی ان کی دیگر کتب کی طرح کثرت کے ساتھ غلط افکار کی نشرواشاعت کرتی نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں جہاں نبی کریم ﷺ کے متعدد معجزات کا انکار ہے وہیں تاریخ ولادت کے حوالے سے نیا فتنہ اٹھانے کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ جلد اصفحہ ۱۱۵۔۱۱۳ پر رقم طراز ہیں:

"تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دو شنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔"

حاشیے میں مزید وضاحت کی گئی ہے:

"تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لے کر ۱۲ تک میں منحصر ہے۔ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔"

شبلی صاحب کی طرح قاضی سلیمان منصور پوری، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ابوالکلام آزاد، غلام احمد پرویز، شاہ معین الدین احمد ندوی، ڈاکٹر اسرار احمد اور بشیر احمد تمنا وغیرہ نے بھی اپنی کتب میں نو ربیع الاول تاریخ ولادت قرار دے دی۔ جب کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین ومفسرین بارہ ربیع الاول پر متفق ہیں۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

"عفان سے روایت ہے وہ سعید بن میناء سے راوی کہ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے روز بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔"
(مواہب اللدنیہ شرح زرقانی ۱/۱۹۸)

اس حدیث کے راوی ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ عفان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق محدثین کی رائے ہے کہ وہ بلند پایہ امام، ثقہ راوی اور صاحب ضبط واتقان ہیں، تیسرے راوی سعید بن میناء رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ دو جلیل القدر صحابیوں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی اس صحیح الاسناد روایت کے مقابلے میں کسی نجم، مؤرخ یا ریاضی دان کا قول کیونکر قابل ترجیح ہو سکتا ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ کا یوم ولادت بارہ ربیع الاول ماننے والے اکابرین امت میں سے چند کے اسماء گرامی ملاحظہ کیجئے: امام محمد بن اسحاق، امام محمد بن ہشام، امام ابن خلدون، امام ابن عساکر، امام عبدالرحمٰن ابن جوزی، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، امام محمد غزالی، امام محمد ابن سید الناس، امام علی قاری، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام عبدالرحمٰن جامی، علامہ سید جمال حسینی، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، امام نقی علی خان بریلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ نور بخش توکلی وغیرہم۔

قارئین محترم! فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جلیل القدر صحابہ و تابعین، محدثین و

مفسرین اور ائمہ دین کی بات کو جھٹلانا اور ایک نجومی کی بات کا اعتبار کر لینا کیا کسی عاقل سے متصور ہو سکتا ہے؟ اور نجومی بھی وہ جس کے اصلی وطن تک کا تعین تا حال نہیں کیا جا سکا۔ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا فلکی کو مصری قرار دیا جب کہ مفتی محمد شفیع صاحب کہہ رہے ہیں اور حفظ الرحمن سیوہاروی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قسطنطنیہ (ترکی) کا مشہور ہیئت دان و نجومی تھا۔ شبلی صاحب نے فلکی کے جس رسالے کا ذکر کیا ہے اس کا نام تک کسی کو معلوم نہیں۔ کیا ایسے مجہول شخص کی بات ائمہ دین کے مقابلے میں حجت ہو سکتی ہے؟ ایک اور اہم حقیقت بھی پیش نظر رکھئے کہ سن ہجری حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رائج ہوا۔ اس کے بعد کا تاریخی و تقویمی ریکارڈ تو مل سکتا ہے مگر اس سے پہلے کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہے۔ اس لیے کہ عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہ تھا۔ عرب اپنی مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے۔ بسا اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیے جاتے تھے۔ مہینوں میں ردوبدل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین عرب ذی قعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب کی حرمت و عظمت کے قائل تھے مگر اپنی جنگجویانہ فطرت کی بناء پر لڑائی کو ان مہینوں میں روک دینا انہیں گراں گزرتا تھا۔ اس کا حل انہوں نے یہ تجویز کیا کہ ان مہینوں کو دوسرے مہینوں سے بدل لیا جائے۔ مثلاً جنگ جاری ہے اور رجب آ گیا تو فیصلہ کر لیا کہ یہ مہینہ شعبان کا ہے رجب اس کے بعد رکھ لیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک وجہ اور بھی تھی۔ وہ یہ کہ حج ایک مذہبی رسم کے علاوہ ایک بڑے تجارتی میلے کا درجہ رکھتا تھا۔ حج کا مہینہ سخت سردی یا سخت گرمی میں آ جاتا تو ان کے کاروبار پر منفی اثرات مرتب ہوتے تھے۔ لہٰذا وہ لوگ مہینوں میں ردوبدل کر کے حج ہمیشہ معتدل موسم میں رکھتے تھے۔ مہینوں کا یہ ردوبدل نسئی کہلاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"(حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا تو اور اضافہ کرتا ہے کفر میں۔ گمراہ کیے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری کریں گنتی ان مہینوں کی جنہیں اللہ نے حرام کیا ہے تاکہ اس حیلہ سے حلال کر لیں جسے حرام کیا ہے اللہ نے۔ آراستہ کر دیے گئے ہیں ان کے برے اعمال اور اللہ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر اختیار کیے ہے۔"

(توبہ ۳۷)

چونکہ اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ کس کس سال میں نسئی کی گئی اور کس کس سال میں کتنے مہینوں کی کمی یا بیشی کی گئی۔ لہٰذا ریاضی یا نجوم کے ذریعے کسی بھی تاریخ کا تعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور جو شخص بھی ایسی کوشش کرے گا دوسرے سے مختلف تاریخ نکالے گا۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کچھ لوگوں نے ایسی ہی کوشش کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا۔ فلکی صاحب نے نو ربیع الاول پیر کا دن ثابت کر دیا اور سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن راولپنڈی محمد علی رضوی نے دلائل ریاضی ہی کی مدد سے ثابت کیا کہ بارہ ربیع الاول پیر کے دن جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ یہ سب حضرات دلائل ریاضی کا سہارا لے رہے ہیں۔ اب کس کی بات درست تسلیم کی جائے اور کسے جھٹلایا جائے؟ کیا یہی بہتر نہیں ہے کہ مؤرخین یا ماہرین نجوم و حساب کی بجائے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور جلیل القدر محدثین و مفسرین پر اعتماد کر لیا جائے؟ الحمد للہ اہل سنت و جماعت اسی راہ حق و صواب پر گامزن ہیں اور ہمیشہ سے اسی تاریخ پر عید میلاد النبی مناتے چلے آ رہے ہیں۔

تاریخ ولادت کے بعد اب آیئے تاریخ وصال پر بات کرتے ہیں۔ اس حوالے سے کہا جاتا ہے کہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ربیع الاول کو وصال فرمایا۔ لہٰذا اس دن جشن مسرت منانا مسلمان کو زیبا نہیں ہے۔ اس دن کو سوگ کے ساتھ گزارا جانا چاہیے۔ جو لوگ اہل سنت و جماعت پر یہ اعتراض کرتے ہیں سب سے پہلے ان کی خانہ تلاشی ہو جائے تو قارئین کے لیے معاملے کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ یہ لوگ تاریخ ولادت نو ربیع الاول ثابت کرنے کے لیے ہمیشہ شبلی نعمانی کا حوالہ دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تاریخ وصال کے معاملے میں شبلی کا نام انہیں بھول کیوں جاتا ہے۔ شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد دوم میں تاریخ وصال کے متعلق تین صفحات پر مشتمل بحث کے آخر میں نتیجہ یوں لکھا:

"اس لیے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ۱۱ھ ہے۔"

(سیرت النبی ۲/۱۰۵)

اشرف علی تھانوی نے لکھا:

"اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے پس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔"

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ۱۱۸)

ذکریا سہارنپوری نے خصائل نبوی صفحہ ۲۸۱ پر تاریخ وصال دو ربیع الاول قرار دی ہے۔ جب معترضین کے اپنے اسلاف کے نزدیک بارہ ربیع الاول تاریخ وصال نہیں ہے تو اہل سنت و جماعت پر اعتراض کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔

قارئین محترم! تاریخ وصال کے حوالے سے معترضین کے اکابرین کا موقف آپ نے ملاحظہ کرلیا۔ جہاں تک ہم اہل سنت و جماعت کا تعلق ہے ہم تاریخ ولادت کی طرح تاریخ وصال پر بھی جمہور کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿قولِ مشہور و معتمدِ جمہور دوازدہم (۱۲) ربیع الاول شریف ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی:

"حضور اقدس ﷺ کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔"

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲/۲۷۲)

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے:

"امام ابن اسحاق اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا وصالِ اقدس ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوا۔"

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ۱/۱۰۱، فتاویٰ رضویہ ۲۶/۴۱۵)

مذکورہ بالا حوالہ جات کے ساتھ ساتھ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امام حسین بن محمد الدیار بکری، امام ابو حاتم رازی، امام رزین عبدری، امام ابن جوزی، امام ابن اثیر جزری اور امام محمد طاہر فتنی رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال بھی جمہور کی تائید میں نقل فرمائے ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے قول پر اعتراض وارد کیا ہے کہ علماء ذی الحجہ ۱۰ھ کے جمعرات کو شروع ہونے پر متفق ہیں کیونکہ وقوف عرفہ بروز جمعہ ہونے پر اجماع ہے تو اب اگر تینوں مہینے (ذی الحجہ، محرم، صفر) کامل (تیس تیس دن کے) فرض کیے جائیں یا تینوں ناقص (انتیس انتیس دن کے) فرض کیے جائیں یا بعض کامل اور بعض ناقص فرض کیے جائیں کسی صورت میں یہ صحیح نہ ہوگا کہ بارہ ربیع الاول شریف پیر کے دن ہو۔ امام سہیلی نے اس اشکال کو لاحل سمجھ کر تاریخ وصال یکم ربیع الاول اور امام ابن حجر عسقلانی نے دو ربیع الاول قرار دی۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے اعتراض کا علم فلکیات کی روشنی میں محاکمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قولِ جمہور سے قولِ مہجور کی طرف عدول نامقبول ہونے کے لیے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لیے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوالِ مہجور و دلائلِ قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب ہے کہ پیر کا دن یقینی تھا اور بارہویں پر منطبق نہیں آتا پہلی دوسری پر آسکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یا دوسری پیر کو ہونا باطل و محال ہے۔ فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے۔۔۔"

(فتاویٰ رضویہ ۲۶/۴۲۳)

عوام اہل سنت و جماعت کی تسلی و تشفی کے لیے اب آتے ہیں اس سوال کی جانب کہ جب ہم جمہور اہل اسلام کی رائے کے مطابق حضور ﷺ کا وصال بارہ ربیع الاول کو مانتے ہیں تو اس دن بجائے سوگ کے جشن اور عید کیوں مناتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کا قانون ہے کہ جس دن کوئی نعمت ملے وہ دن جب بھی لوٹ کر آئے اس دن خوشی منانا شرعاً محبوب ہے۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کے دن کو اپنے اولین و آخرین کے لیے یوم عید قرار دیا تھا۔ اس کی ایک اور مثال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے جب قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ اب ہر سال سارے مسلمان ستائیسویں شب کو جشنِ نزولِ قرآن مناتے ہیں۔ اسی طرح بارہ ربیع الاول کا دن جب بھی آتا ہے تو مسلمان جشنِ میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔ اس کے برعکس وفات کا سوگ تین دن تک جائز ہے سوائے بیوہ کے کہ اس کے لیے چار ماہ دس دن سوگ کا وقت متعین ہے۔ کہا جاسکتا تھا کہ جو لوگ بارہ ربیع الاول کو سوگ کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ شرعی قوانین سے بے خبر ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ محرم میں روافض کے خلاف فتویٰ بازی کے لیے وہ اسی قانون کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سوگ تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہوئے چودہ صدیاں بیت چکی ہیں۔ لہٰذا اب ماتم اور سوگ کا کوئی جواز باقی نہیں ہے۔ مگر ربیع الاول شروع ہوتے ہی وہ اس قانون کو بھول کر اہل سنت و جماعت کو نبی کریم ﷺ کی وفات کا سوگ منانے کا مشورہ دینے لگ جاتے ہیں۔ اس دوہرے معیار سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اسلام دشمن قوتوں کے آلۂ کار ہیں اور ان کا مقصد سوائے شرانگیزی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل سنت و

جماعت پر یہ لغو اعتراض نہ کرتے۔ جب ایک ہی دن خوشی اور غمی کے واقعات جمع ہو جائیں تو شریعت اسلامیہ کے تحت غم اور سوگ تین دن کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور خوشی ہمیشہ باقی رکھی جاتی ہے۔ جانِ کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آپ نے وفات پائی۔"
(سنن نسائی ۱/۱۵۰)

نیز ارشاد فرمایا:

"یہ جمعہ عید کا دن ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنایا ہے۔"
(سنن ابن ماجہ ۱/۷۸)

معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن جو میلادِ نبی (حضرت آدم علیہ السلام) کا دن بھی ہے اور وفاتِ نبی (حضرت آدم علیہ السلام) کا دن بھی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے وفات کے سوگ کا حکم نہ دیا بلکہ میلاد کی خوشی کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھتے ہوئے اسے مسلمانوں کے لیے عید کا دن بنا دیا۔ بالکل اسی طرح بارہ ربیع الاول کا دن یوم میلادِ النبی ﷺ بھی ہے اور یوم وفات النبی بھی۔ وفات کا سوگ تین دن کے بعد ختم ہو چکا اور میلاد کی خوشی قیامت تک باقی رہے گی۔

رحمتِ عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"میری حیات اور وفات دونوں تمہارے لیے خیر ہیں۔"
(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ۱/۳۲)

نبی کی وفات امت کے لیے کیسے خیر ہے؟ اس کا جواب رحمتِ عالم ﷺ کے درج ذیل ارشاد گرامی میں موجود ہے:

"جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اس امت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس امت کے لیے شفاعت کا سامان کر دیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس نبی کی ظاہری حیات میں ہی اس امت کو عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس ہلاکت کے ذریعے اپنے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے۔"
(صحیح مسلم ۲/۲۴۹)

جس وصال کو نبی کریم ﷺ "خیر" قرار دیں اس پر ماتم کا مطالبہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ جہاں تک وصالِ نبوی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اظہارِ غم کا معاملہ ہے تو عرض یہ ہے کہ ان کا غم آقا ﷺ کی ظاہری جدائی کی وجہ سے تھا۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھ لیجئے کہ صرف حضور ﷺ کا یوم ولادت و وفات ہی خیر نہیں بلکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے یوم ہائے ولادت و وصال بھی خیر اور سلامتی کے ایام ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ان الفاظ میں موجود ہے:

"اور سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مجھے موت آئے گی اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔"
(مریم ۳۳)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

"اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کریں گے اور جس روز انہیں اٹھایا جائے گا زندہ کر کے۔"
(مریم ۱۵)

پس دن چاہے میلاد کا ہو یا وصال کا سلام تو پڑھنا ہی پڑے گا اور ہم محافلِ میلاد میں یہی کچھ تو کرتے ہیں۔

قارئینِ ذی وقار! غم نعمت کے خاتمہ پر ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا نورِ مجسم ﷺ اللہ کے نبی نہیں رہے؟ کیا آپ ﷺ کا سایۂ رحمت امت کے سروں سے اٹھ چکا؟ کیا حضور ﷺ سے امت کا رابطۂ فیض کٹ چکا؟ کیا شانِ ختم نبوت باقی نہ رہی؟ فرق تو فقط اتنا پڑا کہ پہلے ہر کسی کو سر کی آنکھوں سے دکھائی دیتے تھے اب بعد از وصال دل کی آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے ہر کوئی حالتِ بیداری میں زیارت سے مشرف ہوتا تھا اب خوش نصیبوں کو خواب میں جمالِ جہاں آراء کی زیارت بخشی جاتی ہے بلکہ بے شمار خوش بخت ایسے بھی ہیں جو عالمِ بیداری میں زیارت سے مشرف کیے جاتے ہیں۔ نہ آپ ﷺ کا سایۂ رحمت ختم ہوا نہ آپ ﷺ کی عنایات میں کمی واقع ہوئی نہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں فرق آیا نہ شرف و کمال ختم ہوا۔ جب سب کچھ ویسا ہی موجود ہے تو رونا کس بات کا۔